"علم النسخ کا تاریخی ارتقاء"

ڈاکٹر محمد اکرم رانا

علم النسخ یا الناسخ والمنسوخ، اصول الفقہ اور قرآنی علوم میں سے ایک ایسا علم ہے جس کا سمجھنا نہایت ہی مشکل امر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ موجودہ دور میں اس مضمون پر کم توجہ دی گئی ہے۔ تاہم اولین مفسرین اور اصولیین سے لے کر موجودہ دور کے سکالرز نے اس مضمون پر کچھ نہ کچھ ضرور تحریر کیا ہے۔ اس مقالہ میں ہم اس علم کے تاریخی ارتقاء کو واضح کرنے کی کوشش کریں گے تاکہ معلوم ہو سکے کہ یہ نظریہ کس قدر اہمیت کا حامل ہے۔

اولین مفسرین جن میں عبداللہ بن عباس جیسے صحابہ کرام بھی شامل ہیں، کے اقوال نسخ ابن جریر جیسے عظیم مفسرین کی تفاسیر میں ملتے ہیں۔ ان حضرات نے علیحدہ سے تو کوئی کتب تحریر نہ کیں لیکن اس موضوع پر گفتگو کر کے اس کی اہمیت بڑھا دی۔ علم الناسخ والمنسوخ پر سب سے پہلی کتاب قتادہ بن دعامۃ السدوسی (۱۱۷ھ) کی ہے۔ حاتم صالح الضامن لکھتے ہیں "ھو اقدم کتاب وصل الینا عن الناسخ والمنسوخ۔"(۱) قتادہ کے ہاں نسخ کا بہت ہی وسیع مفہوم ہے۔ جب کسی آیت کو عام سے خاص کیا گیا، کسی آیت کی تفسیر یا تفصیل بیان کی گئی، کسی مطلق آیت کو مقید کر دیا گیا تو قتادہ کے نزدیک نسخ واقع ہو گیا (۲)۔

نسخ کا یہ مفہوم متقدمین میں عام رہا لیکن متاخرین نے نسخ کی تعریف متعین کرنے کی کوشش کی۔ اس کی نشاندہی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے یوں بیان کی ہے۔ "ناسخ و منسوخ کی معرفت فن تفسیر میں ایک ایسا مشکل مسئلہ ہے جس کے اندر بڑی بڑی بحثیں اور بے شمار اختلافات ہیں اور اس کے اشکال کے اسباب میں سب سے زیادہ قوی سبب متقدمین اور متاخرین کی اصطلاح کا باہمی اختلاف ہے۔ اس باب میں حضرات صحابہ اور تابعین کے کلام کے

استقراء سے جو کچھ معلوم ہوتا ہے وہ یہ کہ یہ حضرات نسخ کو اس کے لغوی معنی (ایک چیز کا ازالہ دوسری چیز کے ذریعہ سے) میں استعمال کرتے تھے نہ کہ اصطلاح اہل اصول کے مطابق۔ بدیں وجہ ان کے نزدیک معنی نسخ ایک آیت کے بعض اوصاف کا ازالہ کرنا دوسری آیت کے ساتھ ہوگا۔ یہ ازالہ اوصاف عام ہے کہ مدت عمل کا انتہاء ہو یا کلام کو اس کے متبادر معنی سے غیر متبادر کی جانب پھیر دینا ہو یا یہ بیان کہ قید سابق اتفاقی تھی' اور یا لفظ عام کی تخصیص ہو یا جاہلیت کی کسی عادت یا شریعت سابقہ کا ازالہ ہو"۔ (۳)

علم الناسخ والمنسوخ پر ایک اور نادر نمونہ قتادہ کے بعد جو ہمیں ملتا ہے وہ امام زہری (۱۲۴ھ) کا ہے۔ امام زہری نے بھی نسخ کا وہی مفہوم لیا ہے جو اس سے قبل عام مفسرین کا تھا۔ اس کتاب پر فرانس میں A. RIPPEN نے تحقیق کی اور وہ اس نتیجہ پر پہنچا کہ یہ امام زہری کی اپنی کتاب نہیں ہے بلکہ بعد میں آنے والے مسلمان علماء میں سے کسی نے ان کی جانب منسوب کردیا۔ (۴)

اگر کتاب کا نفس مضمون متاخرین جیسا ہوتا تو ہم صاحب موصوف کی بات ضرور تسلیم کر لیتے مگر کتاب میں نسخ کے بارے جو معلومات بہم پہنچائی گئی ہیں وہ متقدمین کے نظریہ سے ملتی جلتی ہیں' لہٰذا ہماری یہ سوچی سمجھی رائے ہے کہ یہ کتاب امام زہری کی اپنی تحریر کردہ ہے اور اسی بات میں کوئی صداقت نہیں کہ یہ بعد میں کسی عالم نے ان کی جانب منسوب کر دیا۔ اس کتاب کا مخطوطہ اب تک دار الکتب المصریہ میں "الناسخ والمنسوخ للزھری" کے نام سے موجود ہے۔ امام زہری کے بعد محمد بن سائب الکلبی اور مقاتل بن حیان کا ذکر ملتا ہے' جنہوں نے اس مضمون پر اپنی معلومات فراہم کیں۔ تاہم ان کی کتب تو ہم تک نہ پہنچ سکیں' لیکن مختلف تفاسیر میں ان کے اقوال موجود ہیں۔

محمد بن ادریس شافعی کا نام اصول الفقہ کی دنیا میں تعارف کا محتاج نہیں۔ انہوں نے عبدالرحمن بن مہدی (۱۹۸ھ) کی خواہش پر ایک رسالہ لکھا جس میں دیگر مباحث کے علاوہ علم النسخ پر بڑی دقیق بحث کی۔ انہوں نے قرآن مجید کی آیات "ما ننسخ من آیۃ او ننسھا نات بخیر منھا او مثلھا (۲-۱۰۶) اور " اذا بدلنا آیۃ مکان آیۃ" (۱۶-۱۰۱) کا ذکر کرنے کے بعد کہا کہ نسخ کا مطلب ہے "ترک فرضہ" (ایک فرض کو چھوڑ کر دوسرے فرض کی پیروی کرنا)۔ امام شافعی کے نزدیک

کوئی بھی حکم اس وقت تک منسوخ نہیں ہو سکتا جب تک اس کی جگہ دوسرا حکم نہ لے لے۔ وہ لکھتے ہیں "لیس ینسخ فرض ابداً الا اُثبت مکانہ فرض" ۔ (۵) قرآن و سنت کا آپس میں تعلق واضح کرتے ہوئے امام شافعی رقمطراز ہیں کہ ایک قرآنی حکم کو صرف دوسرا قرآنی حکم منسوخ کر سکتا ہے۔ اسی طرح ایک سنت میں موجود حکم کو صرف دوسرا سنت میں موجود حکم ہی منسوخ کر سکتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں قرآن و سنت کے احکام ایک دوسرے کو منسوخ نہیں کر سکتے۔ (۶)

قرآن سے قرآن کے منسوخ ہونے کی مثال وہ یہ دیتے ہیں کہ سورہ البقرہ آیت نمبر ۸۰ "کتب علیکم ۔۔ " میں وصیت کا حکم دیا گیا کہ والدین اور دوسرے اقرباء کے حق میں وصیت کی جائے۔ لیکن جب اللہ تعالی نے والدین' بہن بھائی' بیوی اور شوہر کا حصہ مقرر کر دیا اور اس سلسلے میں سورہ النساء (۱۱ ۔ ۱۲) کی آیات نازل ہوئیں تو وصیت کا حکم موقوف ہو گیا' یعنی ایک قرآنی حکم نے دوسرے قرآنی حکم کو منسوخ / تبدیل کر دیا۔

سنت کو سنت سے منسوخ ہونے کی مثال ان کے نزدیک یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کا گوشت تین دن کے بعد کھانے سے منع کر دیا۔ عبداللہ بن ابوبکر کہتے ہیں کہ اس حدیث کو میں نے عمرہ بنت عبدالرحمن کے سامنے بیان کیا تو انہوں نے جواباً کہا ہاں میں نے حضرت عائشہؓ سے یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ایک مرتبہ کچھ اعرابی عیدالاضحی کے دنوں مکہ آئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ "تین دن کے لئے گوشت کا ذخیرہ کر لو اور باقی اعراب میں تقسیم کر دو"۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ عرصہ بعد کہا گیا کہ لوگ قربانی کا گوشت اور چربی کو تین دن سے زیادہ استعمال کرتے رہے ہیں۔ وہ قربانی کی کھالوں سے مشکیزے بھی بناتے ہیں' اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا= اب ایسا کیوں نہیں کرتے؟ حضرت عائشہؓ نے کہا کہ آپ نے حکم دیا ہوا ہے کہ تین دن سے زیادہ گوشت کا ذخیرہ نہ کیا جائے۔ آپ نے فرمایا! "میں نے تو صرف ان لوگوں کے لئے کہا تھا جو قربانی کے دنوں مکہ میں آئے تھے"۔ امام شافعی حضرت انس بن مالک سے بھی ایک حدیث روایت کرتے ہیں جس میں گوشت کو (تین دن سے زیادہ) جمع کرنے کی اجازت ہے۔ اس کے علاوہ ایک روایت کو حضرت علیؓ نے بیان کیا ہے جس میں گوشت جمع کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ ان احادیث پر تفصیلی کلام کرنے کے بعد امام شافعی اسی نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ یہ نسخ السنة بالسنة کی بہترین مثال ہے۔ (۷)

تیسری صدی ہجری جو کہ "محدثین کا دور" کہلاتی ہے ہم امام احمد بن حنبل (۲۴۱ھ) اور امام ابو داؤد السجستانی (۲۷۵ھ) کو نسخ پر کام کرتے ہوئے پاتے ہیں۔ امام احمد بن حنبل نے "ناسخ القرآن ومنسوخہ" اور امام ابو داود السجستانی نے "کتاب الناسخ والمنسوخ" کے نام پر کتب تحریر کیں لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ یہ کتب مرور زمانہ کی نذر ہو گئیں۔ تاہم امام سیوطی نے کافی کچھ مواد اپنی تفسیر "الدر المنثور" میں اور ابن الجوزی نے "نواسخ القرآن" میں نقل کیا ہے۔ یوں اسلاف کے خیالات کسی نہ کسی شکل میں ہم تک پہنچ سکے ہیں۔ ابو عبید القاسم بن سلام (۲۲۴ھ) جن کی کتاب الاموال' نے کافی شہرت پائی ہے نے بھی "ناسخ القرآن و منسوخہ" کے نام سے کتاب تحریر کی۔ ابن کثیر نے تفسیر کثیر میں بے شمار روایات نقل کی ہیں۔ اس کتاب کا مخطوطہ برطانیہ میں ایک صاحب قلم کے ہاتھ میں دیکھا گیا تھا تاہم شاید شائع شدہ حالت میں اب تک یہ کتاب نہیں ملتی۔

چوتھی صدی ہجری میں علم النسخ اتنی اہمیت اختیار کر گیا کہ مجتہد کے لئے اس علم کو جاننا لازم قرار دیا گیا۔ ابو عبداللہ محمد بن حزم (۳۲۰ھ) اپنی کتاب الناسخ و المنسوخ میں لکھتے ہیں۔ "اجتہاد قرآن و سنت کے احکامات کو سامنے رکھ کر کیا جاتا ہے۔ اس لئے قرآن و سنت کو سمجھنے کے لئے علم النسخ یا الناسخ والمنسوخ کا جاننا ضروری امر ہے۔ کیونکہ یہ ایک ایسا علم ہے جو اس بات کا تعین کرتا ہے کہ کون سا حکم پہلے نازل ہوا اور کونسا حکم بعد میں" ۔ (۸) ایک طرف نسخ کی اتنی اہمیت ہے کہ قرآن و سنت کو اس کے بغیر سمجھا ہی نہیں جا سکتا دوسری طرف ایسے مفکرین ہیں جو اس علم سے مراد صرف سابقہ شریعتوں کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت سے منسوخ ہونا مراد لیتے ہیں۔ اس سلسلہ میں محمد بن بحر الاصفہانی (۳۲۲ھ) نمایاں ہیں ۔ ابو مسلم کی کتاب تو ضائع ہو چکی ہے۔ تاہم تفسیر کبیر میں امام فخرالدین رازی نے تقریباً تمام فرمودات کو محفوظ رکھا ہے۔

ابوبکر الجصاص (۳۷۰ھ) ابو مسلم الاصفہانی کا نام لئے بغیر ان پر یوں تنقید کرتے ہیں۔ "چند علماء میں سے کچھ کا خیال ہے کہ نسخ واقع نہیں ہوا۔ نسخ کا محض مطلب یہ ہے کہ یوم السبت کی اہمیت ختم ہو گئی ہے۔ اسی طرح حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کی شریعتوں کے دوسرے احکام منسوخ ہو گئے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ حضور اللہ کے آخری نبی تھے۔ لہٰذا ان کی شریعت ابدی ہے اور قیامت تک جاری رہنے والی ہے۔ یہ نظریہ (ابو مسلم الاصفہانی) کا ہے۔ جو کہ عربی زبان و

ادب کے ماہر تھے۔ تاہم وہ فقہ اور اصول الفقہ کے اصولوں سے نابلد تھے۔ "جصاص مزید لکھتے ہیں۔ "یہ تو ہمیں یقین ہے کہ وہ مسلمان تھے۔ لیکن وہ اسلاف کے طرز عمل سے ہٹ گئے۔ کیونکہ ان سے قبل نسخ کا انکار کسی سلف سے ثابت نہیں' ہمارے اساتذہ اللہ کے دین کو اچھی طرح سمجھتے تھے اور انہوں نے یہ کہا ہے کہ شریعت اسلامیہ میں نسخ واقع ہوا ہے۔ انہوں نے اس طریقہ سے روایات نقل کی ہیں جس طریقہ پر شک و شبہ کی گنجائش کم نکلتی ہے۔ قرآن کریم میں عام احکامات بھی ہیں اور خاص بھی' مجمل بھی ہیں اور مفصل بھی۔ جو آدمی نسخ کو تسلیم نہیں کرے گا اس کا مطلب یہ ہے وہ خاص' عام' مطلق اور مقید کو بھی تسلیم نہیں کرتا کیونکہ ان تمام علوم کے ہم تک پہنچنے کا ذریعہ صرف اور صرف ایک ہے۔ جصاص آگے لکھتے ہیں کہ میری سمجھ سے یہ باہر ہے کہ ابو مسلم نے یہ نظریات کہاں سے لئے: تاہم یہ خیال ہے کہ انہوں نے اپنی رائے سے کام لیا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ جس نے قرآن کی اپنے رائے سے تفسیر کی وہ غلطی کا مرتکب ہو گا۔ (۹)

اس نظریہ کو رد کرنے کے بعد الجصاص کہتے ہیں!

نسخ کا معنی و مفہوم متعین کرنے کے لئے بعض فقہاء اور علماء کا خیال ہے کہ نسخ سے مراد ہے "نقل" یعنی نسخ الکتاب' "اس نے کتاب نقل کی" کہ جو کچھ اصل کتاب میں تھا اسے بعینہ دوسری کتاب میں نقل (Transfer) کر دیا۔ بعض کے نزدیک نسخ کا معنی ابطال ہے وہ کہتے ہیں "نسخت الشمس الظل" "سورج نے سایہ کو دور کر دیا"۔ بعض کے نزدیک نسخ کا مطلب ہے ازالہ' ان کے نزدیک اہل عرب کا مقولہ ہے "نسخت الریح الآثار"۔

یعنی "ہوا نے قدموں کے نشانات مٹا دیئے"۔ یہ معنی لغت میں مترادف ہیں' لیکن جب احکامات کو منسوخ کرنے کا ذکر ہو ان معنوں پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔ جصاص کے نزدیک نسخ کا مطلب ہے "بیان مدۃ الحکم"۔ ایک حکم کی مدت کا ایسا بیان جس سے ظاہر ہو کہ یہ حکم ہمیشہ کے لئے ہو گا مگر دوسرا حکم آتے ہی یہ واضح ہو کہ پہلا حکم ایک خاص مدت کے لئے تھا۔ اس کو انگریزی زبان میں یوں واضح کیا جاتا ہے۔

"Naskh is the declaration of the time of the particular rulling which we thought would remain for ever, but the second rulling made it clear that the time of the rulling was for a certain period and it was no longer valid." (10)

مصطفیٰ زید جو کہ موجودہ صدی کے مصری سکالر ہیں اپنی کتاب "الناسخ والمنسوخ" میں لکھتے ہیں کہ "الجصاص نے نسخ کی جو تعریف کی ہے وہ پانچ صدیوں تک مسلم فقہاء نے تسلیم کی۔" (۱۱)

امام الجصاص نے اصول الفقہ پر ایک تفصیلی کتاب لکھی جس میں "ابواب النسخ" ترتیب دیئے۔ انہوں نے امام شافعی کے نظریہ نسخ کو رد کیا اور بے شمار مثالیں دے کر واضح کیا کہ قرآن و سنت کے احکام ایک دوسرے کو منسوخ کر سکتے ہیں۔ سنت متواترہ کے قرآن سے منسوخ ہونے کی وہ یہ مثال دیتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مکہ سے مدینہ ہجرت کر گئے تو آپ نے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی، لیکن اللہ تعالیٰ نے ایک روایت کے مطابق ۱۶ ماہ بعد آپ کو مکہ کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا"۔ ان کے نزدیک یہ نسخ السنۃ بالقرآن ہے۔ نسخ القرآن بالسنۃ کی مثال وہ سورہ النساء کی آیت نمبر ۱۵ کا عبادہ بن الصامت کی روایت کردہ حدیث: خذوا عنی، خذوا عنی، جعل اللہ لھن سبیلا ---" سے منسوخ ہونا مراد لیتے ہیں (۱۲)

ابو جعفر النحاس (۳۳۸ھ) نے نسخ کو لغوی معنی "نقل" پر محمول کیا ہے وہ لکھتے ہیں:
اشتقاق النسخ من شیئین: احدھما یقال نسخت الشمس الظل، اذا ازالتہ وحلت محلہ ونظیر ھذا (فینسخ اللہ ما یلقی الشیطان) والاخر من نسخت الکتاب اذا انقلتہ من نسخہ وعلی ھذا الناسخ والمنسوخ "۔ نسخ کا مادہ دو چیزوں پر محتمل ہے۔ ایک یہ کہ کہا جائے کہ سورج نے سائے کی جگہ لے لی۔ اس کی مثال قرآن کی ایک آیت ہے کہ اللہ مٹاتا ہے جو کہ شیطان (دل) میں ملاتا ہے۔ اور دوسرا نسخ کا مطلب یہ ہے کہ ایک چیز کو دوسری جگہ منتقل کر دیا جائے اور یہی نسخ کا اصلی مطلب ہے۔ (۱۳)

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ نسخ کا یہ معنی ابو جعفر النحاس نے امام ابن جریر الطبری سے مستعار لیا ہے۔ طبری کہتے ہیں کہ نسخ کا معنی ہے، کہ "ایک چیز حلال ہو کچھ مدت بعد اس کو حرام (منع) کر دیا جائے یا برعکس، نسخ کا تعلق اوامر و نواہی سے ہو گا، اخبار سے نہ ہو گا"۔ طبری کہتے ہیں

"نسخ کا معنی نسخ الکتاب' سے ماخوذ ہے" یعنی ایک نسخہ سے دوسرے نسخہ پر نقل ہونا۔ وہ مزید کہتے ہیں کہ قرآن و سنت کا کوئی حکم بھی اس وقت تک منسوخ نہ سمجھا جائے جب تک دونوں میں مطابقت ممکن ہو اور جب تک یہ یقین نہ ہو جائے کہ ایک حکم ناسخ ہے اور دوسرا منسوخ۔ (۱۴) ہمدانی نے بھی علمائے اصول کا یہ قول نقل کیا ہے۔ "الجمع یمنع النسخ" یعنی تطبیق کی وجہ سے نسخ ممکن نہیں (Reconciliation Rules out naskh) امام مالک نے بھی اس قسم کی ایک روایت الموطا' میں درج کی ہے جس میں ابن عباس کہتے ہیں کہ حضورؐ کے اصحاب ہمیشہ نئی بات پر عمل کرتے تھے۔ (۱۶)

امام طبری کے معنی نسخ بیان کرنے کے بعد ہم دوبارہ ابو جعفر النحاس کی طرف آتے ہیں۔ جو اس لحاظ سے مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے مختلف فقہائے نظریات سے ہمیں واقف کرایا ہے وہ نسخ کے بارے مندرجہ ذیل نظریات پیش کرتے ہیں ۔

۱۔ قرآن' قرآن اور سنت کو منسوخ کر سکتا ہے (یہ اہل کوفہ (احناف) کا نظریہ ہے)۔
۲۔ قرآن' قرآن کو منسوخ کر سکتا ہے۔ لیکن سنت قرآن کو منسوخ نہیں کر سکتی۔ (یہ شوافع کا نظریہ ہے)
۳۔ سنت' سنت اور قرآن کو منسوخ کر سکتی ہے۔
۴۔ سنت' سنت کو منسوخ کر سکتی ہے' قرآن سنت کو منسوخ نہیں کر سکتا۔
۵۔ فقہاء کے نظریات آپس میں مخالف ہیں لہٰذا کوئی ایک نظریہ قبول کیا جائے (یہ نظریہ محمد بن شجاع کا ہے)۔ (۱۷)

ابو جعفر النحاس نے تیسرے اور چوتھے نظریات کے حامیوں کا تذکرہ نہیں کیا لیکن صاف ظاہر ہے کہ تیسرا نظریہ احناف کا ہے ۔ اور چوتھا شوافع کا ۔

ان نظریات میں جو اختلاف ہے اس سے یہ بات نمایاں ہے کہ فقہا کس طرح احکام کو سمجھنے میں نئے نئے نظریات کا سہارا لے رہے تھے ۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ نسخ کے بارے متقدمین کی کتب تفصیل سے روشنی نہیں ڈالتیں ۔ نہ ہی وہ نسخ کے جواز کے بارے ذکر کرتی ہیں اور نہ ہی وہ نسخ القرآن بالسنتہ اور نسخ السنتہ

بالقرآن پر تفصیلی ذکر کرتی ہیں - یہ متاخرین کا کام ہے کہ وہ نسخ کے بارے لمبی چوڑی بحثیں کرتے ہیں -

چوتھی صدی ہجری جس کا ذکر ہم کر رہے ہیں ' میں اس موضوع پر گیارہ کتب تحریر ہوئیں لیکن ابو جعفر النحاس اور ابن حزم کی کتاب کے علاوہ کوئی بھی ہم تک نہ پہنچ سکی۔

پانچویں صدی کی مشہور شخصیت جو کہ اس فن میں ممتاز ہیں ھبۃ اللہ بن سلامۃ کی ہے۔ جو "اندھے مفسر" کے نام سے بھی جانے جاتے ہیں۔ انہوں نے علم النسخ کی اہمیت واضح کرنے کے لئے بہت سی روایات جمع کیں جن کے مطابق اس علم کا حاصل کرنا مفسر کے لئے ناگزیر ہے۔ ان میں سے ایک روایت یہاں نقل کی جاتی ہے کہ علی بن ابو طالب نے ایک شخص کو کوفہ کی مسجد میں لوگوں کے مذہبی سوالوں کا جواب دیتے ہوئے دیکھا۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ کیا تم ناسخ آیات کو منسوخ آیات سے ممیز و ممتاز کر سکتے ہو تو اس نے جواب دیا کہ نہیں۔ اس پر حضرت علیؓ نے کہا کہ خود بھی دھوکہ کھا رہے ہو اور دوسروں کو بھی دھوکہ دے رہے ہو۔ بعد ازاں اسے مسجد میں وعظ کرنے سے منع کر دیا۔ (۱۸)

ابن سلامہ کے نزدیک نسخ کا مطلب "رفع" ہے وہ کہتے ہیں " اعلم ان النسخ فی کلام العرب ھو الرفع للشیئی وجاء الشرع بما تعرف العرب، اذکان الناسخ یرفع حکم المنسوخ -" جان لو کہ نسخ کا مطلب کلام عرب میں کسی چیز کا اٹھا رکھنا ہے اور شریعت بھی کسی حکم کو اسی معنی میں متعارف کرتی ہے جو عرب کی زبان میں پہلے سے مستعمل ہو۔ ناسخ حکم، منسوخ حکم کو اٹھا لیتا (Withdraw) ہے۔ ھبتہ اللہ اس کے بعد منسوخ کی اقسام گنواتے ہیں جن میں ایک منسوخ یہ ہے جس میں الفاظ اور حکم دونوں منسوخ تصور ہوتے ہیں (نسخ الحکم والتلاوۃ) دوسرا منسوخ وہ ہے جس میں الفاظ منسوخ ہو جائیں مگر حکم باقی رہ جائے (نسخ التلاوۃ دون الحکم)۔

تیسرا منسوخ وہ ہے جس میں حکم منسوخ ہو جائے اور الفاظ باقی رہ جائیں (نسخ الحکم دون التلاوۃ) نسخ عموماً علماء کے نزدیک اس تیسری قسم میں پایا جاتا ہے اور ابن سلامتہ کے نزدیک ایسی آیات کی تعداد ۶۳ ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ۴۳ سورتیں ایسی ہیں جن میں نہ تو کوئی ناسخ آیت

ہے اور نہ منسوخ، ایسی سورتیں جن میں صرف ناسخ آیات ہیں۔ ان کی تعداد چھ (۶) ہے۔ ایسی سورتیں جن میں منسوخ آیات ہیں وہ ۴۰ ہیں اور جن میں ناسخ بھی ہے۔ اور منسوخ بھی ان کی تعداد ۲۵ ہے۔ (۱۹)

اسی دور کے مصنفین میں جہاں عبدالقاہر بغدادی (۴۳۷ھ) ہو گذرے ہیں وہاں بلاد الغرب کے عالم و قاری مکی بن ابی طالب نمایاں ہیں۔ یہ مالکی فکر رکھتے تھے۔ علوم القرآن، نحو، لغت فقہ، اعراب القرآن، تفسیر اور دیگر علوم کے ماہر تھے۔ انہوں نے نسخ پر دو کتب تحریر کیں۔ ایک کا نام "کتاب الایضاح لناسخ القرآن و منسوخہ" رکھا۔ جو زمانے کی چیرہ دستیوں سے محفوظ ہم تک شائع شدہ حالت میں پہنچ چکی ہے۔ الدکتور احمد حسن فرحات نے اس کتاب پر ایک خوبصورت مقدمہ لکھ کر کتاب کی قدر و قیمت کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔ مکی کا یہ عقیدہ تھا کہ صرف اہل علم ہی ناسخ کو منسوخ سے ممیّز و ممتاز کر سکتے ہیں۔ تاہم ان کے نزدیک ایسا صرف احادیث میں ہی ممکن ہے۔ (۲۰)

عبدالقاہر البغدادی نے "ناسخ القرآن و منسوخہ" کے موضوع پر دو عدد کتب تحریر کیں اور اس موضوع پر نئے سرے سے بحث کی انہوں نے اپنی کتاب کو آٹھ ابواب میں تقسیم کیا۔ پہلے باب میں نسخ، کی چند تعریفات درج کرنے کے بعد یہ تعریف اختیار کی: " انہ بیان انتہاء مدۃ التعبد" ابو القاہر بغدادی کہتے ہیں کہ قیاس کے ذریعے قرآنی احکام کی تخصیص تو ہو سکتی ہے مگر نسخ نہیں ہو سکتا۔ ان کے نزدیک اجماع کسی حکم قرآنی یا حکم سنت کو منسوخ نہیں کر سکتا۔ (۲۱)

اس صدی کی ایک اور مشہور تصنیف ابو عبداللہ محمد بن برکات بن ہلال السعیدی المصری کی ہے جو " الایجاز فی معرفۃ ما فی القرآن من ناسخ و منسوخ" کے نام سے ہے۔ یہ کتاب جیسا کہ نام سے ظاہر ہے اختصار سے لکھی گئی۔ انہوں نے زیادہ تر ابن سلامہ کی کتاب سے استفادہ کیا ہے۔ اور وہی سلسلہ تحریر اختیار کیا ہے۔ (۲۲)

نسخ پر چھٹی صدی ہجری میں جن اصحاب نے قلم اٹھایا ان میں اندلس کے ابوبکر بن العربی المالکی کا نام اگر نہ لیا گیا تو بات ادھوری رہ جائے گی۔

امام زرکشی نے اور امام السیوطی نے انھیں نسخ کے مصنف کے طور پر متعارف

کرایا ہے۔ (۲۳) مصطفیٰ زید اس ضمن میں تحریر کرتے ہیں کہ ابن عربی کی کتاب تو ہم تک نہیں پہنچ سکتی تاہم ان کے نسخ کے بارے میں نظریات و توضیحات احکام القرآن جو کہ ان کا ایک اور شاہکار ہے میں موجود ہیں ۔ (۲۴)

آگے چل کر ہم ذکر کریں گے کہ امام ابن عربی کی ہی وہ توضیحات ہیں جنھوں نے نسخ کے علم کو ایک نیا رخ بخشا جس کی وجہ سے منسوخ آیات کی تعداد اب کم ہونا شروع ہو گئی۔ ابن عربی نے صرف ۲۰ آیات کو منسوخ سمجھا۔ (۲۵) ایک اور مایہ ناز مفکر و مفسر۔۔۔۔

ابوالفرج ابن الجوزی چھٹی صدی ہجری کے تین سال ختم ہونے سے قبل اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ یہ حدیث کے حافظ تھے۔ تفسیر اور علوم قرآنی میں دسترس رکھتے تھے۔ انہوں نے ایک قول کے مطابق ۳۰۰ کتب تحریر کیں۔ "نواسخ القرآن" کے نام سے ان کی کتاب کو بڑی شہرت ملی ۔ قرآن کریم کی آیات کی ترتیب کے لحاظ سے بحث کرتے ہیں' کسی بھی حدیث کو بغیر سند کے بیان نہیں کرتے کیونکہ آپ حافظ حدیث تھے۔

امام جوزی نے نسخ کے جواز کے بارے ایک لمبی بحث کی ہے ۔ اس کے واقع ہونے کو عقلاً و شرعاً ثابت کیا ہے ۔ انہوں نے علمائے امت کا اجماع بھی نسخ کے واقع ہونے پر دلیل کے طور پر پیش کیا ہے ۔ (۲۶)

مورخین کے نزدیک ساتویں' آٹھویں اور نویں صدی ہجری میں اس موضوع پر قابل ذکر کام نہیں ہوا ۔ یہاں تک کہ دسویں صدی ہجری کا سورج طلوع ہوا ۔ دسویں صدی ہجری میں امام سیوطی (۹۱۱ھ) جیسے نابغہ روزگار عالم میدان میں آئے ۔ انہوں نے علم الناسخ والمنسوخ پر تو علیحدہ سے کوئی کتاب نہ لکھی تاہم الاتقان فی علوم القرآن' میں ایسی بحث کی جس سے اس علم کا رخ ہی پھر گیا۔ اس سلسلہ میں انہوں نے ابن عربی کی پیروی کی ۔

علامہ سیوطی سے قبل نسخ آیات کی تعداد کئی گنا تھی۔ یہاں تک کہ بعض اصحاب کے نزدیک یہ پانچ سو کے قریب پہنچ گئی۔ علامہ سیوطی نے ابن العربی کے پیش کردہ مقدمہ کو نئے سرے سے زندہ کیا اور نسخ آیات کی تعداد کو ۲۰ تک محدود کر دیا۔

علامہ سیوطی کے بعد گیارہویں صدی میں الکرمی (۱۰۳۳ھ) اور بارہویں صدی میں

الاجھوری (۱۱۹۰ھ) نے اس موضوع پر کام کیا۔ تاہم تفصیل سے ان کی کتابوں پر تبصرہ نہیں کیا جاسکتا۔ الکرمی کی کتاب کا نام قلائد المرجان اور الاجھوری کی کتاب کا نام ارشاد الرحمن ہے۔

یہاں سے ہم اپنے مقالہ کا رخ برصغیر پاک و ہند کی طرف موڑتے ہیں۔ کیونکہ اس موضوع پر برصغیر پاک و ہند کے مسلمان بھی پیچھے نہ رہے۔

آگے بڑھنے سے قبل ایک جدول کا ذکر ضروری ہے جس سے ثابت ہو گا کہ مختلف مفسرین کے نزدیک نسخ آیات کی تعداد یہاں تک جا پہنچی۔

ابن حزم =	۲۱۴
النحاس =	۱۳۴
ابن سلامہ =	۲۱۳
عبدالقاہر =	۶۶
ابن برکات =	۲۱۰
ابن الجوزی =	۲۴۷
السیوطی =	۲۰
الکرمی =	۲۱۸
الاجھوری =	۲۱۳
شاہ ولی اللہ دہلوی =	۵

مندرجہ بالا جدول سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن الجوزی کے نزدیک نسخ آیات کی تعداد ۲۴۷ ہے۔ اس کے بعد الکرمی ہیں جنہوں نے اسے ۲۱۸ تک محدود کیا۔ ابن حزم اسے ۲۱۴ تک لائے اس کے بعد جو تعداد سامنے آتی ہے۔ وہ ابن سلامتہ اور الاجھوری کی ہے۔ جو کہ ۲۱۳ ہے۔ مصطفیٰ زید لکھتے ہیں کہ الاجھوری اور الکرمی نے وہی طریقہ اختیار کیا جو کہ ابن سلامہ کا تھا اور اسی طریقہ کو ابن برکات نے اختیار کیا جن کے نزدیک نسخ آیات کی تعداد ۲۱۰ ہے۔ (۲۷) ابو جعفر النحاس نے نسخ آیات کو ۱۳۴ تک محدود کیا اور عبدالقاہر اس کی سطح کو ۶۶ تک لائے۔ ابن العربی اور السیوطی کے نزدیک یہ آیات صرف ۲۰ ہیں۔ حجتہ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ نے

ان کی تعداد کو پانچ تک محدود کر دیا۔ ان کے نزدیک نسخ صرف پانچ آیات میں ہوا ہے۔ اس کا تذکرہ انہوں نے اپنی تصنیف "الفوز الکبیر" میں کیا ہے۔ جو کہ برصغیر میں اصول تفسیر کے موضوع پر لکھی جانے والی سب سے اچھی کتاب ہے۔ ان کے نزدیک نسخ آیت کی تعداد کا بڑھنا محض متقدمین: اور متاخرین کی اصطلاحات کا فرق ہے۔ برصغیر کی ایک اور شخصیت فقیر سخاوت علی فاروقی محمدی نے شاہ ولی اللہ کی پانچ آیات پر بحث کی اور ان کی تعداد کو تین تک لائے اسی طرح انہوں نے تین احادیث بیان کیں جو منسوخ ہوئیں۔

اس بارے وہ رقمطراز ہیں کہ متاخرین علماء نے آیات منسوخہ اکیس گنوائیں اور احادیث منسوخہ بھی اکیس۔ فقیر کے نزدیک تین آیات یعنی منسوخ ہیں اور تین آحادیث۔ (۲۸)

سرسید احمد خان نے نسخ پر جو بحث کی ہے اسے مولانا الطاف حسین حالی کی زبان میں یوں قلمبند کیا جا سکتا ہے۔ "پہلے پہل یہ خیال کیا جاتا تھا کہ منسوخ آیات کی تعداد پانچ سو ہے۔ امام سیوطی نے اسے ۲۰ تک محدود کر دیا ان کے بعد شاہ ولی اللہ نے منسوخ آیات کی تعداد پانچ بتائی۔ جب سرسید احمد خان نے دیکھا کہ منسوخ آیات کی تعداد پانچ سو سے اب صرف پانچ رہ گئی ہیں۔ تو انہیں یقین ہو گیا کہ قرآن مجید میں دراصل نسخ واقع ہی نہیں ہوا۔ قرآن مجید کی آیت (البقرہ: ۱۰۶) جس پر نسخ کے نظریہ کا دارومدار ہے کا مطلب یہ ہے کہ اسلام سے قبل کی شریعتیں قرآن سے منسوخ ہو گئیں نہ کہ یہ قرآن کی ایک آیت دوسری کو منسوخ کرتی ہے۔ اس طرح عیسائی مورخین جو مسلمانوں پر نسخ کی وجہ سے تنقید کرتے ہیں لائق تحسین نہیں" (۲۹) سرسید اپنے نظریہ کو تقویت پہنچانے کی غرض سے امام فخرالدین رازی کی تفسیر کا سہارا لیتے ہیں جن میں انہوں نے "ماننسخ من آیۃ ------" کے ذیل میں لکھا ہے کہ اس آیت میں قرآن میں نسخ کا واقع ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ امام رازی کے نزدیک اس آیت میں "ما" شرط کو ظاہر کرتا ہے۔ اس طرح کسی کو یہ کہنا کہ اگر فلاں آئے تو اس کی تعظیم کرنا یہ ظاہر نہیں کرتا کہ فلاں آگیا ہے۔

بلکہ بتلانا یہ مقصود ہے کہ اگر فلاں آیا تو اس کی تعظیم کی جائے۔ بعینہ اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ اگر نسخ واقع ہو گیا تو منسوخ آیت کی جگہ اس سے بہتر آیت لائی جائے گی۔

للذا یہ بہتر ہے کہ نسخ کے جواز کے لئے قرآن کی کسی اور آیت کا سہارا لیا جائے اور وہ

ہے سورہ النحل کی آیت ۱۰۱ " اذا بدلنا آیۃ مکان آیۃ"۔

اس قول کے بعد سرسید لکھتے ہیں کہ ہم امام رازی کے مشکور ہیں جو کم از کم سورۃ البقرۃ کی آیت سے نسخ کے واقع ہونے کا ثبوت نہیں دیتے۔ اس کے بعد سرسید احمد خان ان آیات سے نسخ کا واقع ہونا ثابت نہیں ہونے دیتے جن آیات کو امام فخرالدین رازی نے بنیاد بتایا۔ (۴۰) پاکستان کے مایہ ناز سکالر اور ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے پروفیسر احمد حسن نسخ کے نظریہ پر تفصیل سے گفتگو کرتے ہیں اور اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ نظریہ نسخ قرآن مجید کی ابدیت (Eternal Validity) کے خلاف جاتا ہے۔ کیونکہ اس نظریہ کے مطابق قرآن کی منسوخ شدہ آیت منسوخ ہونے سے قبل قابل عمل (Operative) تھیں لیکن نسخ کے باعث ان کی ابدیت ختم ہو گئی۔ اب وہ آیات قرآن میں موجود ہوتے ہوئے بھی ناقابل عمل بن کر رہ گئی ہیں۔ ان آیات کا صرف قرآن میں موجود رہنا ابدیت کے خلاف ہے یہاں تک کہ ان کی قابل عمل حیثیت موجود ہو۔ قرآن کی ابدیت کے تصور کا مطلب یہ ہے کہ اس کے تمام قوانین ہمیشہ کے لئے مسلم امہ کے لئے قابل عمل رہیں۔ لہٰذا ہمیں نظریہ نسخ کو تسلیم کرنے کی کوئی عقلی توضیح نظر نہیں آئی جس میں قرآن کی آیات کو منسوخ تصور کیا جائے۔ (۴۱)

نسخ کے واقع نہ ہونے پر ملتان کے ایک مفکر رحمت اللہ طارق نے انقلاب آفرین تحقیق کی انہوں نے ایک کتاب "تفسیر منسوخ القرآن" کے نام سے لکھ کر علمی دنیا میں پھر سے تہلکہ مچا دیا۔ وہ اپنے مقدمہ میں لکھتے ہیں۔" یوں تو اسلاف کے علمی مقام سے کس کو انکار ہے لیکن مذکورہ بالا نظریہ کے اثبات کے لئے ان حضرات نے جو انداز بیان اختیار کیا ہے اور اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لئے جو طرز استدلال منتخب فرمایا ہے۔ اس سے نہ تو کسی حق کی جستجو رکھنے والے کا اطمینان ہو سکتا ہے اور نہ ہی قرآن محکم کی عظمت اور وقار دل میں باقی رہ سکتا ہے۔ ان مصنفین کی تمام تحقیقات کا مرکز ثقل "نسخ فی القرآن" کے نظریہ کو بہر قیمت ثابت کرنا اور زور استدلال کا محور زیادہ سے زیادہ منسوخ آیات کی تعداد میں اضافہ کرنا تھا۔ جس میں وہ خاصی حد تک کامیاب و کامران نظر آتے ہیں۔ لیکن ہر سلیم العقل آدمی کو ایسے نظریے کو تسلیم کرنے میں پس و پیش ہو گا جو قرآن محکم کی بے مثل غیر فانی اور ازلی صداقت اور پھر عصمت پر یقین کامل رکھتا ہو اور جس کا ایمان ہے کہ قرآن مجید جس طرح رسول عربی علیہ الصلوۃ والسلام پر کامل، محکم

اور غیر منسوخ صورت میں نازل ہوا تھا۔ بعینہ اس طرح اب ہمارے پاس موجود ہے۔ اس کی کوئی آیت باطل نہیں ہوئی۔ کوئی حکم منسوخ نہیں ہوا۔ مطالب کا نسخ تو کیا ہوتا اس کا ہر ہر لفظ' طرز ادا اور لب و لہجہ کی تبدیلی سے بھی منزہ اور پاک ہے۔ اگر ہم ایسا تسلیم نہ کریں تو قرآن محکم کے بہت سے دعوؤں کی تکذیب لازم آتی ہے۔" (۳۲)

اس تمام بحث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ علم النسخ یا الناسخ والمنسوخ پر علماء دو مختلف نظریات رکھتے ہیں۔ بعض علماء نے اس علم کی شریعت میں موجودگی کو سرے سے ماننے سے انکار کر دیا ہے۔ جب کہ دوسروں نے اس کی ہمیشہ تائید کی ہے۔ جمہور علماء جو اس علم کی موجودگی کے قائل ہیں بعد ازاں دو متضاد آراء رکھنے لگے۔ ایک مذہب کے بانی نے یہ اصول پیش کیا کہ قرآن و سنت اسلامی قانون کے اہم ماخذ ہیں۔ دونوں دراصل "وحی" ہیں۔ اس لئے ایک حکم دوسرے کو منسوخ کر سکتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں قرآن و سنت کے احکام ایک دوسرے کے احکامات کو منسوخ کر سکتے ہیں۔ یہ نظریہ احناف کا ہے اور اس کے وکیل الجصاص' السرخسی' البزدوی وغیرہ ہیں۔ انہوں نے نہ صرف اس نظریہ کو تسلیم کیا بلکہ بے شمار مثالیں پیش کیں۔ اس کے برعکس امام شافعی اور ان کے پیروکار جیسا کہ النحاس نے نشاندہی کی ہے نسخ القرآن بالسنۃ اور نسخ السنۃ بالقرآن کے قائل نہ تھے۔ لیکن یہ کوئی شافعی مسلک کا پختہ اصول نہ تھا۔ امام غزالی نے جمہور کے مسلک کی تائید کرتے ہوئے قرآن و سنت کے ایک دوسرے سے منسوخ ہونے کو تسلیم کرتے ہوئے المصطفی میں اس موضوع پر ایک باب ترتیب دیا۔ (۳۳) برصغیر میں شاہ ولی اللہ کی پیش کردہ آیات منسوخہ جو کہ پانچ ہیں بعد ازاں تین تک رہ گئیں۔ ان کے بعد ایسے عالم کم ہی ملتے ہیں جنہوں نے اس تعداد کو بڑھانے کی کوشش کی ہو۔

حواشی و حوالہ جات

۱۔ قتادہ' کتاب الناسخ والمنسوخ فی کتاب اللہ تعالی' تحقیق الدکتور صالح الضامن' المورد' بغداد' ۱۹۸۰ء' ج ۹۔ ص ۷۹-۴۔

۲۔ ایضاً۔

۳۔ شاہ ولی اللہ' الفوزالکبیر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ص ۳۲۔

۴۔ *Rippen, A., al-Zuhri, naskh al-Quran and the problem of early tafsir texts, S.O.A.S, Nov-1984, p.25*

۵- الشافعی، محمد بن ادریس، الرسالہ، شاکر ایڈیشن، قاہرہ، ۱۹۳۹/۱۳۵۸ء، ص ۱۱۰۔

۶- ایضاً

۷- امام شافعی، کتاب الام۔ (اختلاف الحدیث) (۸ جلدیں) مطبع حسین محمد البابی، قاہرہ، ۱۹۶۱/۱۳۸۱، ص ۵۳۲۔

۸- ابوعبداللہ محمد بن حزم، کتاب الناسخ والمنسوخ، (تفسیر جلالین)، قاہرہ، ۱۸۹۰/۱۳۰۸ ص ۔ ۱۳۳۔

۹- الجصاص، احمد بن علی، احکام القرآن، (۳ جلدیں) قاہرہ، ۱۳۴۷، ج ۱۔ ص ۶۷۔

۱۰- ابو مسلم کے تفصیلی نظریات کے لئے مزید دیکھئے

Nur-al-Daim, the charge of shiʿism against Tabari, Ph.D, Thesis presented to the University of Edinburgh, 1969, p. 115.

۱۱- الجصاص، اصول الفقہ، دارالکتب المصریہ ۔ ۱۱۵۔

مصطفیٰ زید، کتاب الناسخ و المنسوخ، (۲ جلدیں) قاہرہ، ۱۹۶۳/۱۳۸۳، ج ۱، ص ۸۲۔

۱۲- محمد اکرم، فکرونظر، ادارہ تحقیقات اسلامی، اکتوبر۔ دسمبر، ۱۴۰۹ھ، ص ۱۹۰ احکام القرآن میں مذکورہ آیات کے تحت یہ بحث درج ہے اور اصول الفقہ میں ابواب نسخ السنۃ بالقرآن اور نسخ القرآن بالسنۃ کے ذیل میں بالترتیب درج ہے۔

۱۳- ابو جعفر النحاس، کتاب الناسخ والمنسوخ، مطبع ذکی مجاہد، قاہرہ، تاریخ درج نہیں ۔ ص ۸

۱۴- الطبری ابو جعفر محمد بن جریر، جامع البیان، (شاکر ایڈیشن) مطبع دارالمعارف، قاہرہ، ۱۹۶۰/۱۳۸۰، ج ۲، ص ۴۷۲، ج ۸، ص ۱۲۔

۱۵- ہمدانی، ابوبکر محمد بن موسیٰ بن عثمان بن حزم، الاعتبار، مطبعات الاندلس، حمص ۱۹۸۰/۱۳۸۶، ص ۶۔

۱۶- امام مالک، الموطا، ایڈیشن محمد فواد عبدالباقی، (۲ جلدیں) مطبع عیسی الحلبی، قاہرہ، ۱۹۵۱/۱۳۷۰، ج ۱، ص ۲۹۴ ہمدانی، اعتبار ------- ص ۳۹۔

۱۷- النحاس، کتاب الناسخ والمنسوخ، ص ۸۔

۱۸- ھبۃ اللہ، ابوالقاسم بن سلامۃ، کتاب الناسخ والمنسوخ، مطبع مصطفیٰ الحلبی، قاہرہ ۱۹۶۷/۱۳۸۶، مقدمہ۔

۱۹- ایضاً۔

۲۰- مکی ابو محمد مکی بن ابوطالب، کتاب الایضاح لناسخ القرآن ومنسوخہ، ایڈیشن احمد حسن فرحات، ریاض، ۱۹۷۶/۱۳۶۹، ص ۷۰۔

۲۱- مصطفیٰ زید، کتاب الناسخ والمنسوخ، ج ۱، ص ۳۹۰۔

۲۲- ایضاً۔

۲۳- الاتقان ۲۸/۲، البرہان ۱۱/۱، ۳۳/۲۔

۲۴- مصطفیٰ زید، کتاب الناسخ والمنسوخ، ج ۱، ص ۴۰۵۔

۲۵- بحوالہ مصطفیٰ زید۔ ایضاً۔

۲۶- ایضاً۔

۲۷- ایضاً۔ ج ۱، ص ۳۹۳۔

۲۸- فقیر سخاوت علی کی کتاب کا نسخہ S.O.A.S.، یونیورسٹی آف لندن میں موجود ہے۔ اس کے سن اشاعت کے بارے کچھ معلومات نہیں۔ (کتاب کی فوٹو سٹیٹ محقق کے پاس برائے حوالہ موجود ہے)۔

۲۹- *Altaf Hussain Hali, Hayat-i-Javaid, (Kanpur, 1901) P-217. quoted from Sir Sayyed Ahmad Khan: The Controversy over obrogation, The Muslim word, vol-64, 1974, P- 124.*

۳۰- ایضاً۔

۳۱- *Ahmad Hasan, Islamic Studies, Islamic Research Institute Islamabad, June 1965, vol- 4.*

۳۲- رحمت اللہ طارق، تفسیر منسوخ القرآن، ادارہ ادبیات اسلامیہ، ملتان ۱۳۹۳/۱۹۷۳، ص ۲۔

۳۳- الغزالی، ابو حامد محمد بن محمود، کتاب المصطفیٰ من علم الاصول، (۲ جلدیں) بولاق، ۱۳۲۲/۱۹۰۴۔